جامعہ دار السلام عمر آباد کا خطبۂ اسناد

فرمودہ

حضرت مولنا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم و مغفور

تمہید حضرت سید صاحب مرحوم نے یہ خطبہ آج سے ۲۳ سال پہلے عمر آباد (علاقہ مدراس) کے عربی مدرسہ کے جلسہ تقسیم اسناد میں ارشاد فرمایا تھا۔

چونکہ مرور ایام سے اس خطبے کی افادیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اس لئے میں اسے رسالہ معارف بابت جنوری ۳۷ء سے بجنسہٖ نقل کر رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ عربی مدارس کے طلبہ اور عامۃ المسلمین آج بھی اس سے بخوبی مستفید ہو سکتے ہیں۔

خطبۂ سے پہلے خود سید صاحب مرحوم نے اس کا تعارف تحریر فرمایا تھا، پہلے تعارف درج کیا جاتا ہے اس کے بعد خطبہ نقل کیا جائے گا۔

تعارف اکتوبر کے آخر میں مجھے (سید صاحب مرحوم) نو دس برس کے بعد ہندوستان کے اس دور دراز صوبہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جس کو مجھ سے اور مجھ کو جس سے دلی انس ہے۔ یعنی مدراس۔ مدراس کے اس مقام میں جو آرکاٹ کے نام سے مشہور ہے اور جو کبھی ایک اسلامی حکومت کا مرکز تھا۔ اور جس کے کھنڈروں میں اب بھی اسلامی جاہ و جلال کی یادگاریں دفن ہیں، اب ایک نئی اسلامی حکومت کا آفتاب نکلنے والا ہے۔ مگر یہ آفتاب سیاست کا نہیں، بلکہ علم و فن اور کتاب و سنت اور اسلامی تبلیغ و تہذیب کا ہے۔ اور اس کا نام جامعہ دار السلام عمر آباد ہے اس کے چاروں طرف مسلمانوں کی مشہور آبادیاں واقع ہیں، یعنی آرکاٹ، ویلور، میل ویشارم، پیرم پیٹ، آمبور وانمباڑی، ترپاتور وغیرہ۔

آرکاٹ ویران ہو چکا ہے میل ویشارم مدراس کے مشہور تاجر نواب سی عبد الحکیم کا وطن ہے اور یہاں اُن کی طرف سے ایک انگریزی اسکول اور شفاخانہ قائم ہے ویلور میں عربی کے دو مشہور پرانے مدرسے لطیفیہ اور باقیات صالحات واقع ہیں، پیرم پیٹ میں احناف اور اہل حدیث کے متعدد علماء ہیں۔ آمبور روشن کمپنی کے ممتاز تاجر حاجی بلال اور دوسرے ممتاز مسلمان تاجروں کا مسکن ہے حاجی بلال صاحب کی طرف سے یہاں ایک ابتدائی مدرسہ اور جلالیہ اردو لائبریری ہے ایک اور مسلمان تاجر کا لڑکیوں کا مدرسہ ہے، وانمباڑی میں اسلامیہ کالج، مدرسہ عربی معدن العلوم

اور لڑکیوں کا مدرسہ، مدرسۃ البنات اور بعض دوسرے ابتدائی تعلیم کے اسکول ہیں، اور ترپاتور میں مدرسہ عثمانیہ اردو اور دینیات کا ایک اچھا مدرسہ ہے۔ عمر آباد ایک نئی آبادی ہے جو ۱۹۲۴ء سے شروع ہوئی ہے۔

ان اطراف میں سب سے پہلے میرا جانا ۱۹۱۲ء میں ہوا، اس وقت وانمباڑی کے اسلامیہ کالج کے ہیرو مرحوم ابراہیم قریشی زندہ تھے، اور ان ہی مرحوم کی معیت میں ان اطراف کے تاریخی مقامات دیکھے۔ آمبور اور عمر آباد کے بیچ میں ایک ندی ہے آمبور سے ندی کو پار کر کے عمر آباد پہونچتے ہیں، ان دنوں یہ میدان غیر آباد تھا اور گڑھ آمبور کے نام سے موسوم تھا۔ سامنے ایک پہاڑی سلسلہ ہے، جو اس حیثیت سے تاریخی ہے۔ کہ اس دیوار کے پردہ سے میسور کا شیر ٹیپو سلطان انگریزی فوجوں پر حملہ کے لئے نکلا کرتا تھا۔ پہاڑی کے اوپر دو بہت ہی بڑی چٹانیں آکر اس طرح ملی ہیں کہ ایک محفوظ سنگی قلعہ بن گیا ہے، پاس ہی میدان میں ایک چھوٹی سی پرانی مسجد ویران پڑی ہے۔ جس پر ایک فارسی قطعہ نقش ہے، جس سے سنہ ۱۱۲۰ھ کی تاریخ نکلتی ہے۔ قریب ہی وہ مقام ہے، جہاں انوارالدین خاں نے شہادت پائی تھی۔

۱۹۲۴ء میں اس ویرانہ کی قسمت جاگی، روشن کمپنی کے شریکِ اعظم حاجی کاکا محمد عمر نے جو ان اطراف کے ایک مخلص موحد تاجر تھے، اور جنہوں نے سالہا سال امرتسر میں مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا۔ اس زمین کو خرید لیا۔ اور اس کو اپنا مسکن بنایا اور اپنے نام کی نسبت سے عمر آباد اس کا نام رکھا۔ اور اسی کے ساتھ دارالسلام نام ایک نئے طرز کے عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کو مدراس کا دارالعلوم ندوۃ العلماء سمجھنا چاہئے، نصاب مختصر اور مفید بنایا گیا، معقولات کو کم کیا گیا۔ دینیات پر زور دیا گیا۔ انگریزی ضروری کی گئی، کتب خانہ کی بنیاد ڈالی دارالاقامہ بنا، مسجد بنی، مدراس اور ہندوستان کے مدرس یکجا کئے گئے، حنفی اور اہلِ حدیث عالم ساتھ مل کر بیٹھے۔ اور فقہی تعصب کا خاتمہ کیا گیا۔ طالب علموں کی تعلیم و تربیت پر ہمت صرف کی گئی۔ اور اردو زبان یہاں کی تعلیمی زبان قرار پائی۔ لڑکے اسی میں تحریر اور تقریر کرتے ہیں، اس کا مصحف نام ایک اردو رسالہ ہے ایک پریس ہے۔ ۱۹۲۴ء میں یہ مدرسہ قائم ہوا اور ۱۹۲۵ء میں اس کی یہ عمارت تیار ہوئی۔ اس وقت میں مدراس میں موجود تھا۔ اور اتفاق سے عمر آباد حاضر تھا۔

مدرسہ کے قریب حاجی عمر مرحوم کے بڑے صاحبزادے کاکا محمد اسمٰعیل نے ایک محمدیہ مڈل انگلش سکول قائم کیا ہے اس کی عمارت الگ ہے پڑھنے والے مسلمان اور ان سے زیادہ ہندو بچے اور کچھ بچیاں ہیں، لیکن خاص بات یہ ہے کہ یہاں ہر مسلمان اور ہندو لڑکے کو اردو لازمی طور پر پڑھنا پڑتی ہے چنانچہ ہندو بچوں اور بچیوں کے منہ سے ہم نے یہاں اردو ہند کے اشعار سنے،

مرحوم حاجی عمر کا انتقال ۱۹۲۶ء میں ہوگیا۔ اب ان کی جگہ ان کے لائق جانشین کاکا اسمٰعیل اور کاکا ابراہیم اسی فیاضی کے ساتھ اپنی تجارت کی دولت اس درس گاہ پر نثار رہے ہیں۔ حاجی جلال اور نواب سی عبدالحکیم وغیرہ دوسرے مسلمان تاجر بھی ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

اس دفعہ اس مدرسہ نے اپنی بارہ سال کی عمر میں اپنے فارغ طالب علموں کو سند دینے اور ان کی دستار بندی کی رسم ادا کرنے کے لئے وسط شعبان ۱۳۵۶ھ میں جلسہ ترتیب دیا۔ اور پنجاب، دہلی، یوپی اور مدراس کے عالموں

کو شرکت کی دعوت دی۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ اُنتالیس طالب علموں کو فراغت کی سند دی گئی۔ اور اُن کی دستار بندی کی رسم ادا کی گئی۔

فارغ طلبہ نے اردو عربی اور انگریزی میں تقریریں کیں، یہاں کے کئی طالب علموں نے عالم ہو کر انگریزی پڑھی، اور یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا ہے اس کے طلبہ میں بحمد اللہ پُرانے مدرسوں کی فرسودگی اور جمود نہیں، با خبر اور زمانہ کے رنگ سے آگاہ ہیں اور ہندوستانی جاننے کی وجہ سے ہندوستان کی ساری تحریکوں سے واقف ہیں مدرسین بھی خیر خواہ اور مخلص ہاتھ آئے ہیں، خصوصاً مولینا فضل اللہ صاحب کا وجود ان کی رہبری کے لئے بیحد مفید ہوا ہے ہم کو جنوبی ہند میں اس درسگاہ کے ذریعہ مسلمانوں میں اصلاح اور بیداری پیدا ہونے کی بڑی اُمید ہے،

دستار بندی کے اس جلسہ میں مجھ سے فارغ شدہ طلبہ کو خطاب کرنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ یہ تقریر زبانی ہو، لیکن کارکنوں کے اصرار سے جلسہ کی رات کو دو بجے اس طرح قلم بند کرائی گئی۔ کہ بولنے والا ہر لمحہ سونے کے لئے اور لکھنے والے اس کو جگانے کے لئے مستعد تھے۔ اسی لئے جلسہ میں اس کو پڑھتے وقت میں نے کہا تھا کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو۔ تو سامعین اس کو میرے خمار نیم شبی پر محمول کریں۔

"درس" (سید سلیمان ندوی مرحوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ بَعَثَ بِالْعِلْمِ وَالْحِکَمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ نَشَرُوا الْعِلْمَ فِی الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۔

علمائے عزیز! یہ خطاب ان علماء کی طرف ہے۔ جو آج اپنی باقاعدہ طالب علمی کی منزل طے کر کے اس خطاب کے مستحق ہوئے ہیں۔ آج سے پہلے وہ طالب علموں کے گروہ میں داخل ہوئے تھے جن کی جدوجہد اور کوشش کے تمام مظاہر اس درسگاہ کی چہار دیواری کے اندر محدود تھے۔ لیکن آج وہ اس تنگ دائرہ سے نکل کر انسانی مجمع کے بڑے دائرہ میں آگئے ہیں آج سے ان کی ذمہ داریاں ان کے پچھلے زمانہ سے بالکل الگ اور ممتاز ہیں

۔اب ان کی ذمہ داریاں بحیثیت کسی درسگاہ کے محکوم اور تابع کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک حاکم اور متبوع کے ہیں، اب نہ صرف ایک محلّہ، نہ صرف ایک شہر، نہ صرف ایک صوبہ، نہ صرف ایک مُلک بلکہ پوری دُنیائے اسلام کی ذمہ داریاں ان میں سے ہر ایک کے سر بقدر اس کی توفیق اور اس کی کوشش کے ہیں، اب آپ نمونہ بن کر دُنیا کے سامنے آرہے ہیں، اب آپ کی حیثیت اتنی اونچی ہو رہی ہے۔ کہ آپ اگر چاہیں، تو اپنے علم اور عمل کی طاقت سے صراطِ مستقیم پر چل کر حق کے رہنما اور مسلمانوں کے رہبر بن سکتے ہیں اور اگر حق کی شاہراہ سے آپ کا علم یا عمل کا قدم ذرا ہٹ جائے تو ضلّوا فاضلّوا کے مصداق بن سکتے ہیں اس لئے آج وہ موقع ہے۔ کہ آپ اپنی زندگی کو اپنے اس علم کی روشنی میں جس کو آپ نے اتنی محنتوں اور کوششوں سے حاصل کیا ہے۔ اس منزلِ مقصود کے پالینے کے لئے قدم اُٹھائیں جس کے لئے آپ نے اپنے شوق اور محنت سے، اور آپ کے اُستادوں نے پورے ذوق و شوق سے اور آپ کے

کارکنوں نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے آپ کو تیار کیا ہے۔

جو کچھ میں آج آپ سے کہنا چاہتا ہوں، کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی ہے۔ جو آپ سالہا سال تک کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ اور آپ کے اُستادوں نے آپ کو بتایا۔ اور آپ کے جامعہ نے آپ کو سکھایا ہے۔ اس لئے میرا کچھ کہنا اس وقت صرف آپ کو تذکیر اور یاددہانی ہے۔

عزیزانِ من! آپ کو معلوم ہے دُنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جو علم کے ساتھ مبعوث ہوا ہے۔ اور جو حکمت دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس کے نزدیک نسلِ انسانی کا آغاز ہی علم سے ہوا ہے اور اسی کے ذریعہ آدم کے سر پر کرامت کا تاج رکھا گیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کی موروثی عزت وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کا پرتو ہے، ہم کو وہ رسول عنایت کیا گیا۔ جس کی شان یہ ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ہم کو وہ وحی مرحمت ہوئی جس کا آغاز اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ سے ہوا۔ وہ عرب جن کی نادانی اور جہالت ضرب المثل تھی۔ وہ اس دین کو پاکر علم و حکمت کے سرمایہ دار، اور اسرار و رموزِ الٰہی کے امانت دار ہو گئے۔ وہ قریش جن میں مورخ بلاذری کے بیان کے مطابق بعثت نبوی کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسلام کی روشنی سے پُر نور ہو کر ساری دُنیا کے اُستاد اور معلم ہو گئے۔ اسلام عرب کے ریگستان سے نکل کر دُنیا کے جس حصہ میں پہنچا۔ اس کو علم کی روشنی سے منور کر دیا مصر، شام عراق، ایران، خراسان، افریقہ، مغرب، اسپین، ان سب میں علم کی بہاریں آئیں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اپنے رسول کی معرفت سے علم کا جو خزانہ پایا تھا۔ اس کو ربعِ مسکون میں بانٹا۔ آج انہی کی کوششوں کا صدقہ ہے، کہ سرزمین عرب سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر ہمارے علماء علم و عرفان کی دولت تقسیم کر رہے ہیں،

مدینہ کی وہ چھوٹی سی مسجد، جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام کی پہلی درسگاہ ہے وہی حق کی عبادت کا مقام اور علم کی اشاعت کا مرکز تھی، جہاں جہاں بھی مسلمان پھیلے، ان کی عبادت گاہیں ہی علم کی درسگاہیں بنیں، یہاں تک کہ چوتھی صدی میں خراسان میں مدرسوں کے نام سے الگ عمارتوں کے بننے کا رواج ہوا۔ جہاں تک ضرورتوں کا تعلق ہے یہ علیحدگی تمدن کی وسعت کا لازمی نتیجہ تھی، لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔ اس کو نہ بھولنا چاہئے کہ ہماری عبادت گاہ ہی ہماری درسگاہ ہے، اس کا یہ منشاء ہے کہ علم ہماری عبادت کا ایک حصہ ہے، اس لئے جس طرح ہماری عبادت صرف خدا کے لئے ہونی چاہئے، اسی طرح ہمارا علم بھی خدا ہی کے لئے ہونا چاہئے، کیونکہ اسلام میں علم کی غرض و غایت نہ تو نوکری اور خدمت ہے۔ اور نہ امتیاز و شہرت ہے۔ نہ ذریعۂ رزق اور دُنیا طلبی ہے۔ بلکہ اس سے مقصود صرف خدا کی معرفت اور اس کے احکام اور شرائع سے واقفیت ہے، اور اس کے ذریعہ خدا کی خوشنودی کی طلب ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے علم کی غرض و غایت یہ نہیں، وہ سچا عالم بھی نہیں۔ آپ کو ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ والی وہ روایت یاد ہوگی۔ جس کو بیان کرتے ہوئے ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن جب علماء سے پوچھے گا

کہ تم نے علم پڑھ کر کیا کیا۔ اور وہ جو جواب دیں گے اس پر خدا ارشاد فرمائے گا کہ تم نے علم تو اس لئے پڑھا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے، تم کو دنیا میں عالم کہا جا چکا اور تم اپنی مزدوری پا چکے"

احادیث میں علمار سوئی کی جو برائیاں آتی ہیں۔ ان سے آپ میں سے کون واقف نہیں، ہر قدم پر ہم کو اور آپ کو خدا تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، کہ وہ ان برائیوں سے محفوظ رکھے اور اپنی اس تمثیل مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا کا مصداق نہ بنائے اور أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ہمارا شیوہ نہ ہو ایک عالم دین کا پہلا فرض یہ ہے، کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا رشتہ مستحکم ہو اس کے علم وعمل کا ہر قدم خدا کے لئے اُٹھے۔ اس کی سعی و کوشش کی ہر حرکت کا مرکز خدا کی رضا و خوشنودی کی طلب ہو۔ اس کا علم پہلے اس کے لئے ہو، پھر دوسروں کے لئے الحفظ ثم حفظ کا موقع اس کے سامنے ہو، جس کا معاملہ خدا کے ساتھ درست نہیں، جس کی نیت بخیر نہیں، جس کا عمل اخلاص پر نہیں، اس کے لئے خیر و برکت نہیں،

علمائے سلف کی زندگیاں کم و بیش ہماری زندگیوں سے بڑی نہ تھیں لیکن اس تھوڑی سی زندگی میں انہوں نے جو بڑے بڑے کام انجام دیئے، جو ضخیم تصنیفات یادگاریں چھوڑیں اپنے شاگردوں اور مستفیضوں کا جو وسیع حلقہ تیار کر لیا وہ تاریخ کے اوراق میں حیرت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ اگر دنیا میں ابن جریر طبری کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی اور صرف ان کی تفسیر کی یہ تیس جلدیں ہوتیں، تو ان کی دینی اور علمی خدمت کی حیرت انگیز مثال ہوتی۔ لیکن اس ضخیم تالیف کے ساتھ تاریخ واخبار اور فقہ و آثار کے دوسرے بیسیوں ان کے کارنامے موجود ہیں، ابن جوزی کی تصنیفات کا ان کی زندگی کے ایام پر حساب لگایا جائے تو اوسطاً چھ صفحے روزانہ ہوتے ہیں، امام رازی کی صرف تفسیر کبیر ہی تصنیف ہوتی۔ تو ان کی زندگی کی ایک بڑی خدمت ہوتی۔ لیکن ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے اس کے علاوہ ہیں، جو اس حالت میں ترتیب دیئے گئے ہیں جب دنیائے اسلام تاتاریوں کے حملوں سے زیر و زبر ہو رہی تھی۔ امام مالک کے تلامذہ کے حلقہ میں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے باشندے داخل ہیں۔ امام بخاری کے ایک شاگرد، فربری کے تقریباً نوے ہزار شاگرد تھے۔ یہ چند مثالیں ہیں۔ جن سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان بزرگوں کے کاموں کی یہ وسعت ان کے حسن نیت کا صدقہ تھی۔ آج بھی ہماری کامیابی کا وہی ذریعہ اور طریقہ ہے جو پہلے تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھولنے کے قابل نہیں۔ کہ

لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا،

ہمارے یہاں علمار میں جب علم جنگ و جدل اور مناظرہ و مباحثہ کے لئے رہ گیا۔ اور سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ میں فقہا نے اس کو حصول خدمت اور شاہانہ درباروں میں طلب و عزت کا ذریعہ بنایا۔ تو جو حالت ہوئی اُس کا ماتم امام غزالی نے احیار العلوم میں جس طرح کیا ہے وہ آج بھی ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے۔ بغداد میں حنابلہ اور اشاعرہ کی خونی معرکہ آرائیاں اور سلجوقیوں کی حکومت میں اشاعرہ اور معتزلہ کی باہمی آویزش کے تلخ نتیجے بھولنے کے لائق نہیں، پہلے واقعہ نے بغداد کی تباہی کا سامان دکھایا۔ اور دوسرے واقعہ نے الموت میں باطنیہ کی صد سالہ قوت کا مسالہ فراہم کیا، خود ہمارے اس ملک میں اسلامی حکومت کے خاتمہ سے لے کر آج تک علمائے فرقہ داری کے اصول پر احقاق حق اور رد باطل

کے جو طریقے اختیار کئے۔ اِن کے جو نتیجے سامنے آئے وہ کس سے چھپے ہیں؛ اہلِ حق میں سے علمائے اہلِ حدیث اور علمائے احناف کے مناظرے جادۂ حق سے ہٹ کر جس جس طرح مقدمہ بازی تک پہونچے اور آج بھی پہونچ رہتے ہیں۔ اِن پر افسوس کس کو نہیں آتا۔ ان افسوسناک جھگڑوں نے اُمتِ اسلامیہ کے شیرازہ کو جس طرح منتشر کیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور متفرق فرقوں میں اس طرح بٹ گئے ہیں، کہ اصل دین کی حرمت سے سب غافل ہیں، اور اِس حماقت میں مبتلا ہیں کہ شاخوں پر پانی دینے سے جڑیں مضبوط ہوں گی۔

علمائے عزیز اس سے پہلے کہ آپ قوم میں جائیں اور مُلک میں پھیلیں، آپ کو اس غلطی سے ہوشیار ہونا چاہیے۔ اور فرقہ داری کے تنگ دائرہ سے نکل کر اسلام کی خدمت اور مُسلمانوں کی خیر خواہی میں مصروف ہونا چاہیئے۔ آج ہمارے جو فقہی اختلافات ہیں، وہ کم و بیش صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے چلے آ رہے ہیں، ایک کی نظر میں کوئی پہلو قوی ہے اور دوسرے کی نظر میں کوئی دوسرا، اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اِن اختلافات کے باوجود اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ کی مثال اور كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ کا نمونہ تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ آج بھی ہم ان کی پیروی میں اپنے اپنے تحقیقی اختلافات کے ساتھ کل مل کر مُسلمانوں کی ایک متحدہ جماعت بن سکیں اور هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کے تنہا خطاب سے اپنے کو مخاطب نہ کریں۔

آپ کو یہ فخر ہونا چاہئے۔ کہ آپ نے ایک ایسی درسگاہ میں تعلیم پائی ہے۔ جو ہندوستان کی اُن درسگاہوں میں سے ایک ہے۔ جن کی بنیاد صحیح نقطۂ نظر پر قائم کی گئی ہے۔ اس کے احاطہ میں مختلف خیال اور طرز کے اساتذہ سے آپ نے فیض پایا۔ اس کے کارکنوں میں ایسے مخلص ہیں، جو اپنی اپنی تسلی کے مطابق پورے اخلاص اور یکجہتی کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ جن بھائیوں کے ساتھ مل کر آپ نے اپنی زندگی کے بہترین دن گذارے۔ ان میں اپنی اپنی روش کے اختلاف کے باوجود پوری محبت اور برادرانہ خلوص قائم رہا۔ اب ہم میں سے ہر ایک کو یہ اُمید ہے کہ آپ کی آئندہ زندگی بھی اسی محبت اور یک جہتی کے ساتھ بسر ہوگی۔ اور فرقہ داری کے بجائے اصل دین کی حمیت آپ کو سرگرم رکھے گی۔ اور شاخوں کی بجائے جڑ پر آپ کی نظر رہے گی۔

عزیزو، بظاہر آپ کی طلبِ علم کا زمانہ ختم ہوگیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی طلبِ علم کا زمانہ اب شروع ہوا ہے اس سے پہلے جو سال بھی آپ نے علم کی تحصیل میں صرف کئے۔ ان کا منشاء اپنے اندر علم کی استعداد پیدا اور تحقیق کا سامان فراہم کرنا تھا۔ آج آپ کو جو سند دی جا رہی ہے۔ وہ اس بات کی نہیں ہے، کہ آپ کا علم درجۂ کمال کو پہنچ گیا، جس میں اضافہ کی گنجائش نہیں، بلکہ اس بات کی ہے کہ آئندہ حصولِ کمال اور تحقیق کے مُعِدّات آپ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جن سے اگر آپ کام لیں، تو منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم میں اتنی پستی آگئی ہے۔ کہ طالب علمی میں جو کچھ پڑھ لیتے ہیں اس کو منتہا جانتے ہیں، ایک سچے عالم کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر طالب علم ہی رہتا ہے، اُس کی زندگی کا ہر لمحہ کسی نئی چیز کی واقفیت اور کسی نیکی کی خدمت میں بسر ہونا چاہیئے۔ مگر کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔ کہ ہم میں سے اکثر طالب علمی ختم کرنے کے بعد علم کی ہر کتاب بیچ کر رکھ دیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ طلبِ علم کی ہر کوشش ختم ہو

گئی۔ آج یہ حال ہے کہ آمد و رفت کی سہولت اور چھاپے کی آسانی نے ہمارے اسلاف کے دفینوں کو کھود کھود کر برسرِ بازار لگا دیا ہے، ہر روز ہمارے بزرگوں کی کوئی نہ کوئی نئی کتاب سامنے آتی ہے اور مشرق و مغرب کے مشتاق اس کو ہاتھوں ہاتھ خریدتے ہیں۔ لیکن جو گروہ اس تحفہ کا سب سے زیادہ مستحق ہو سکتا تھا، وہی اپنے تغافل اور سست کاری سے اعراض برت رہا ہے۔

ہمارے درس کا یہ حال ہو رہا ہے کہ متون کی شرح اور حاشیے اور پھر اُن سے متعلق شروح و تعلیقات میں وقت کا بڑا حصہ برباد ہو رہا ہے۔ علومِ دین جو مقصود بالذات تھے، پیچھے ہو رہے ہیں، فلسفہ یونان جو ہمارے بزرگوں نے دین کی خدمت کے لئے بقدرِ ضرورت سیکھا تھا۔ وہ ہم میں سے کتنوں کا مقصود بن گیا ہے، اور اصل کتاب و سنت کی تعلیم کا ذوق کم ہو گیا ہے۔ علوم عقلیہ کی تعلیم کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ علوم دین کی خدمت میں کام آئیں نہ یہ کہ وہ اصل مقصد قرار پائیں۔ زمانہ سابق میں ان علوم عقلیہ کو ہم نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں اس طرح چھا گئے تھے کہ ان کے واسطہ کے بغیر علوم دین کی خدمت نہیں ہو سکتی تھی، اب جب زمانہ کا ماحول بدل گیا۔ یونانی علوم کی تحقیقات تقویم پارینہ ہو گئیں۔ اور لوگوں کے ذہنوں سے ان کا تسلط جاتا رہا۔ تو ان علوم کے ذریعہ سے اس زمانہ میں علومِ دین کی خدمت کا خیال بے سود ہے، اب جو علوم عقلیہ عوام کے ذہنوں پر چھائے ہیں، اور جس قسم کے دلائل کی قوت کے آگے وہ سر جھکاتے ہیں، انہی کو اس زمانہ میں علوم دین کی خدمت کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہم کو خوشی ہے کہ آپ نے ایک ایسی درسگاہ میں تعلیم پائی ہے۔ جس کی نظر سے یہ نکتہ چھپا نہیں، اور کچھ نہ کچھ اس راہ میں آپ نے قدم اُٹھایا ہے۔ اُمید ہے کہ آئندہ اور بھی ضروری علوم اس میں داخل ہوں گے۔ اور خود آپ بھی کوشش کریں گے، کہ نئے علوم کی کتابوں کو جو آپ کی زبان میں بہت حد تک چھپ چکی ہیں، مطالعہ کریں، تاکہ نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے خیالات کو آپ سدھار سکیں، اور دین کی سچائیوں کو اُن کی عقل کے مطابق سمجھا کر ان کی تسلی کر سکیں،

عزیزو! آج زمانہ کے خیالات اور دُنیا کے واقعات میں اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہو رہی ہے کہ ان کے جانے اور سمجھے بغیر آپ مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے، دُنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں۔ اور انقلاب کی گھڑیاں اس طرح پے در پے آ رہی ہیں اور گذر رہی ہیں، کہ ایک عالم دین کے لئے، جس کو مسلمانوں کا خدمت گذار ہونا ہے۔ ان کو سمجھنا اور ان کے حل کرنے کی تدبیر سوچنا ضروری ہے، صرف اعراض اور تغافل سے ان دقتوں کو آپ حل نہیں کر سکتے۔ صرف آپ کے توجہ نہ کرنے سے نہ دُنیا اپنے قاعدہ کو بدل سکتی ہے اور نہ زمانہ اپنے رُخ کو پلٹ دے سکتا ہے، مشکلات کا مقابلہ کرنا اور موجودہ جدوجہد میں مناسب حصّہ لینا۔ اور مُلک و قوم کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے مناسب مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی ایک عالمِ دین کا فرض ہے،

اسلام وہ مذہب ہے کہ جس دن وہ دین بنا اسی دن وہ سیاست بھی تھا۔ اس کا منبر اس کا تخت اس کی مسجد اس کی عدالت، اس کی توحید نمرودوں، فرعونوں، قیصروں اور کسراؤں کی شاہنشاہی کے مٹانے کا پیغام تھی، صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کی پوری زندگیاں ان مرقعوں سے بھری ہیں، اور وہی اسلام کی سچی تصویریں ہیں، اور جب تک علماء

علماء رہے۔ وہی اُن کا اسوہ تھا۔ آج جب ہم پھر نئے سرے سے اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں، اور پچھلی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ہم اسی نقش قدم پر چلیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔

آج کل ہمارے علماء کا کام صرف پڑھنا پڑھانا، مسئلے بتانا اور فتوے لکھنا سمجھا جاتا ہے لیکن اب وقت ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے سبق کو پھر دہرائیں، اور دیکھیں کہ ان کا کام صرف علم و نظر تک محدود نہیں، بلکہ سعی و عمل اور جدوجہد اور عملی خدمت بھی ان کے منصب کا ایک بہت بڑا فرض ہے۔ ہر آبادی جہاں وہ رہیں، وہ ان کی سعی و خدمت سے آباد رہے وہاں کے جاہلوں کو پڑھانا وہاں کے ناواقفوں کو سمجھانا۔ اور وہاں کے غریبوں کی مدد کرنا۔ وہاں کی ضرورتوں کو پورا کرنا۔ وہاں کے امیروں کو حق کا پیغام سُنانا۔ وہاں کے معذوروں کی خدمت کرنا۔ وہاں کے بھٹکے ہوئے بھٹکوں کو راہ دکھانا مسلمانوں کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کرنا۔ اُن کو دُنیا کی ضرورتوں سے باخبر کرنا۔ ضرورت کے ہر موقع پر آگے بڑھنا۔ اور اپنے علم و عمل کی ہر کوشش سے ان کو فائدہ پہونچانا۔ ایک عالم دین کے فرائض ہیں،

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مُسلمانوں کو اپنے دین کی باتوں سے واقفیت کے لئے بہت بڑے علم و فضل کی ضرورت نہیں، عقیدہ اور عبادت اور دوسری مذہبی نیکیوں کے لئے دین کا معمولی علم کافی ہے۔ یعنی ہر مسلمان کو بجائے خود بڑا عالم ہونا ضروری نہیں، لیکن اس سے ایک منٹ کے لئے بھی پہلو تہی نہیں کی جاسکتی۔ کہ ان کو اپنی دینی و دُنیاوی بھلائی کے لئے ہر وقت عمل کے واسطے کمربستہ ہونا ضروری ہے۔ آج دُنیا لڑائی کا میدان ہے۔ جو بھی سُستی سے اپنی جگہ کھڑا رہے گا وہ گر جائے گا۔ اسی لئے علمی قوت سے زیادہ آج عملی قوت کی سرگرمی کی ضرورت ہے "علم" خیر و شر کی تمیز بتانے کے لئے ضروری ہے لیکن محض خیر و شر کی تمیز سے آپ کامیاب نہیں ہو سکتے، جب تک جو خیر ہے اُس کی طلب، اور جو شر ہے اُس سے پرہیز آپ کا شیوہ نہ ہو،

ایک زمانہ تھا جب مُسلمانوں میں دُنیا کی بہتات تھی، دولت کی کثرت تھی، تجارت کا فروغ تھا۔ حکومت اور سلطنت اُن کے ہاتھوں میں تھی۔ اس وقت کے علماء نے اپنی حکمتِ ربانی سے یہ صحیح سمجھا۔ کہ مُسلمانوں کا دولت میں انہماک کسبِ زر میں زیادہ مشغولیت اور حکومت اور سلطنت میں استغراق اِن کے دین کے لئے مضر ہے، اس لئے اس وقت انہوں نے ترکِ دُنیا اور زُہد و قناعت کا برمحل وعظ فرمایا۔ لیکن اب جبکہ حالت پلٹ گئی ہے، فقر و فاقہ چھایا ہوا ہے مُفلسی ان کے لئے فتنہ کا سامان ہے، دولت اِن سے جا چکی ہے، ضرورت ہے کہ ہمارے واعظ اور ہمارے عالم اپنی تقریروں کا رُخ پھیریں، اور اپنے مواعظ کا موضوعِ سخن بدلیں، تاکہ مسلمانوں میں زندگی کی روح پیدا ہو، اور اُن میں زمانہ کے مقابلہ کا حوصلہ آئے، اور اپنی محنت اور سعی و جانفشانی سے اپنے لئے دُنیا میں وہ پوزیشن حاصل کریں۔ جو دُنیا کے آخری مذہب کے پیرؤں کا حق ہے۔

علمائے عزیز! اب وہ وقت نہیں رہا کہ آپ حجروں میں آرام کریں، خلوتوں میں وقت گذاریں، اور اپنی کوششوں کو صرف اپنی نجات تک ہی محدود رکھیں، ضرورت ہے کہ میدان میں نکلیں۔ اور مسلمانوں کی سپہ داری اور سپہ سالاری کا فرض انجام دیں، اور اپنے صحیح علم اور صحیح عمل سے ان کی رہبری کریں، یہ رہبری صرف چند فقہی مسائل تک محدود نہ رہے بلکہ

علم وعمل کی ہر راہ میں آپ کی ذات ان کے لئے چراغ ثابت ہو، اس کا منشا یہ نہیں کہ آپ اپنے ذاتی تزکیہ اور روحانی صفائی کو غیر ضروری سمجھیں، بلکہ مقصد یہ ہے۔ کہ اپنے کو بھی بنایئے۔ اور دوسرے کو بھی بنانے کی کوشش کیجئے، ورنہ ظاہر ہے کہ جو خود نہیں بنا وہ اوروں کو کیا بنائے گا، اور جو آپ نہیں دیکھ رہا ہے، وہ دوسروں کو کیا راہ دکھائے گا۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہنا ہے کہ ہمارے علماء کو اخلاق میں مقدور بھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین کا نمونہ بننا چاہئے۔ ان میں ایثار ہو، ان میں مالی قناعت ہو، ان میں امیروں اور دولت مندوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے احتراز ہو، ان کی بلند نظر، بلند ہمت، حق گو، اور حق کے اظہار میں بے باک ہونا چاہیئے،

آج ان میں ایسے علماء کی بھی ضرورت ہے، جو دوسری قوموں کی زبانوں کو پڑھیں۔ اور اُن تک حق کا پیغام پہنچائیں ہمارے اگر یورپ کی زبانیں جانتے تو آج یورپ میں اور دوسرے عیسائی ملکوں میں اسلام کی اشاعت کا کتنا فرض انجام دیتے اسی ہفتہ ہمارے پاس جاپان سے ایک ہمدرد مسلمان کا خط آیا ہے۔ جس میں اس نے جاپان بلوانے کے لئے چند ایسے علماء کے نام دریافت کئے ہیں، جو وہاں جا کر اسلام کا وعظ کہہ سکیں، اور اسلام پر کتابیں لکھ کر جاپانیوں کے سامنے پیش کر سکیں، لیکن افسوس آتا ہے جب اپنی جماعت کی اس بے بسی اور بے کسی پر نظر پڑتی ہے۔ کہ ہم اپنے اہل مذہب کے لئے سب کچھ جاننے کے باوجود دوسرے اہل مذاہب کے لئے کچھ نہیں جانتے، بلکہ ان جزیروں اور دور افتادہ اسلامی آبادیوں کے لئے جو اسلامی مرکزوں سے دور ہیں ہمارے علماء نے نہ اب تک کچھ کیا ہے، اور نہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جاوہ، سماٹرا، بورنیا، اور مڈگاسکر سے فلپائن تک اور جنوبی مشرقی اور مغربی افریقہ کے مختلف ٹکڑوں میں نائیجیریا کے صحراؤں میں عیسائی مشنری اور فرق باطلہ کے بعض مبلغ منڈلا رہے ہیں، لیکن افسوس کہ دین حق کا کوئی منادی ان تک پہونچنے کے لئے بے تاب اور سرگرم عمل نہیں

دور جانے دیجئے۔ اسی مدراس کے وسیع علاقہ میں کام کرنے کے بہت سے موقع ہیں، ان حدود میں بڑی بڑی دولتمند مذہبی درسگاہوں کے پائے جانے کے باوجود ہر طرف جمود اور تعطل نظر آتا ہے۔ آج جہاں مذہبی علوم کی واقفیت کے لئے عربی جاننا شرط ہے وہاں اس علم دین کے پھیلانے اور اس پیغام حق کے پہنچانے کے لئے آس پاس کی دیسی زبانوں کا جاننا بھی ازبس ضروری ہے، جہاں ہم کو اپنے پورے ملک کے حالات جاننے اور آپس میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرنے کے لئے ہندوستانی زبان سیکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو اپنے دیس کی مقامی زبانوں میں ادبی لیاقت پیدا کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ وہ اس زبان کے بولنے والے مسلمانوں کو اپنی تقریر و تحریر سے فائدہ پہنچا سکیں، اسی زبان میں اسلامی معلومات کی کتابیں لکھ سکیں، قرآن پاک، ضروری احادیث، اور فقہ کی ضروری معلومات کو اس زبان میں منتقل کر سکیں،

مدراس میں عموماً ٹامل، تلگو، ملیالم اور کنڑی چار زبانیں بولی جاتی ہیں، اور ان چاروں زبانوں کے بولنے والے مسلمان موجود ہیں۔ لیکن ایک طرف وہ ہندوستانی زبان سے کتابی طور پر واقف نہیں کہ اس زبان کی لکھی ہوئی کتابوں سے فائدہ اٹھا سکیں، عربی حروف سے واقف نہیں۔ جس کی وجہ سے قرآن پاک کی تلاوت سے محروم ہیں، خود اُن کی دیسی زبانوں میں دینی معلومات کی کتابیں نہیں، ان میں سے کسی زبان میں قرآن پاک کا کوئی ترجمہ نہیں، ایسی حالت میں ان مسلمانوں کی

اصلاح اور تعلیم کی طرف سے ہماری بے پرواہی کیا مواخذہ کے قابل نہیں' ہمارا خیال ہے کہ اس مدرسہ میں مدراس کے مختلف اضلاع کے ایسے علماء تیار ہوں گے، جو اس فرض کو بھی پوری قابلیت سے ادا کر سکیں گے'

مدراس میں عربی کے جو پرانے مشہور مدرسے ہیں' انہوں نے اپنے امکان بھر جو کوششیں کی ہیں، وہ ہر مسلمان کے شکریہ کی مستحق ہیں، اور ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں میں مزید خیر و برکت عطا فرمائے' لیکن عمر آباد کے اس نوجوان دارالسلام سے ہماری امیدیں اس قسم کی وابستہ ہیں' جیسی نوجوانوں سے دماغی محنت اور علمی سرگرمی کی توقع کی جاتی ہے، امید ہے کہ اس ننھے سے پودے کو استحکام نصیب ہوگا۔ یہ پھولے گا اور پھلے گا۔ اور ایک دن اس کی شاخیں پورے مدراس کا احاطہ کر لیں گی، یہاں کے مخلص کارکنوں اور اُستادوں کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ بارہ برس کی مختصر مدت میں انہوں نے جو کچھ کر دکھایا ہے۔ اس سے آئندہ کے لئے ان سے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بڑی امیدیں قائم ہوتی ہیں' حقق اللّٰہُ اعمالنا و اصلح احوالنا،

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'

ضروری التماس

یہ شمارہ جلد دوم کا نمبر ۷ آپ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے اس شمارہ کے ساتھ کئی حضرات کی مدت خریداری ختم ہو جائے گی' اُن کے پتوں کی سلپ پر خریداری نمبر پر سُرخ نشان لگا دیا ہے وہ آئندہ سال کیلئے چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں' منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں' اگر اُن کی طرف سے نہ منی آرڈر آیا اور نہ کوئی اطلاع تو آئندہ پرچہ اُن کو بذریعہ وی' پی بھیجا جاوے گا جو اُنہیں ضرور وصول کرنا ہوگا ورنہ ادارہ کو سخت نقصان ہوگا' یہ ماہنامہ جو کہ دینی اور تبلیغی ہے اسے جاری رکھنے کیلئے ادارہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماویں اور ثواب دارین بھی حاصل کریں'

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ :- دفتر ندائے حق ۳ اونکار روڈ، کرشن نگر لاہور